هو الحلیم الخبیر

الحمد للہ کہ آخری عمر کی یادگار عالم باعمل صوفی بے مثیل بار معارف
خدادانی مولنا الحاج الحافظ مولوی محمد قاسم صاحب صدیقی نانوتوی

الملقب

جمال قاسمی

واسم تاریخی

آفتاب ضیا ۱۲۹۵

بتصحیح و ترتیب جناب مولوی سید محمد جمال الدین صاحب علوی
باہتمام مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب سلمہ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی ۱۹۰۲ء طبع گردید

LIBRARY

۱۳۰ ۰ ۴۶
الف ۲۶
۲۲۹
Check
198

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ہدی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد ن المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ المجتبیٰ اسکے بعد اخلاص آئیں
فقیر مسکین محمد جمال الدین دہلوی علوی تجاوز اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی عرض کرتا ہے کہ طالبان علم
کے ایک مخلص محب بزرگ مشفق برگزیدہ مولوی حافظ حاجی محمد قاسم صاحب صدیقی نانوتوی حنفی
مرحوم زمانہ کی امام حدیث ہونے کے سوا تصوف مین صوفی صافی فقیر کے نام کے جو خطوط اونکے لکھے
ہوئے تھے اونکی موجودگی کے استغنائی سے بے احتیاطی نے تلف کردیئے اور جو فقیر کی معرفت اکثر
گئے اسیوجہ سے نقل نہوئے آخر سو رسائل ہندسہ ہیئت فلاحت طبعی جبر و مقابلہ جر ثقیل وغیرہا علوم
ایک ایک ورق مین لکھنے کی فرمایش کی بار بار تقریبًا چھ مہینے بہر تک مولوی صاحب مرحوم اصرار کئے گئے
کہ ہر رسالہ کی ایک ایک ورق کی قید نہ لگائیے کیونکہ مین قلم کے ہاتھ سے لاچار ہون فقیر نے اس سبب سے کہ
یادگار ضرور کم از کم سو جزو سے بڑہ جاویگی تو بوجہ اپنی بے سروسامانی کے چھپنے سے رہ جاویگی قلم کے اختیار
رخصت ندی اس باعث یہ کام ناتمام رہا مدت کے بعد اونکے امراض کی ترقی کی حالت مین وحدۃ الوجود
اور سماع اموات کا اثبات جس کے اظہار سے بمضمون حیف باشد این سخن در گوش عام طوطیا دیتیم ما
کرکرد عوام سے چہپایا کرتے تھے بشکل خطوط کے ذریعہ سے قلم کو رخصت دیکر لکھوا ہی لیا اور آخر عمر کی اخر
تحریر کی کسیکو خبر تک نہوئی سنہ ۱۲۹۷ ہجری نبوی مین فقیر نے اونکے شاگرد مولوی محمد حسن صاحب
دیوبندی مدرس دیوبند وغیرہ کو اشاعت کی امید پر نقل دیدی وعدہ وفا نہوا بہت انتظار کے بعد فقیر
اپنے رسالہ جمال العارفین کے آخر مین اسکے چھپوانے کا وعدہ کرلیا تھا سو بفضلہ تعالیٰ اب وعدے پورا کر

١٢٩٥ھ

اسکی تاریخ (آفتابِ ضیا) اور (جمالِ قاسمی) سے اسے نامزد کرکے اپنے خاتمہ بالخیر کی استدعا کرتا ہون گو
ایسے مضامین اور ایسونکی لڑی کے قابل اپنے آپکو نہین جانتا مگر آخر پتے پہولون کی اور سوت موتیون
اور مصری کے کوزون کے ساتہہ ہاتہون ہاتہہ رہتے ہین عجب نہین کہ ایسونکے نام کے ساتہہ تمام رہنے
سے یہہ نامہ سیاہ بہی ہمیشگی کے ساتہہ کا مستحق ہو جاوے اور اتحادِ قدیم کیوجہ سے المرء مع من احبّ کا مورد بنجاوے

آغازِ نقلِ خطوط مخدوم و مطاع نیاز مندان حامیِ دین سلالۂ خاندانِ نبوۃ جناب مولوی سید محمد جمال الدین
شاہ صاحب مدظلکم یہہ آپ کا نیاز مند محمد قاسم سلام مسنون عرض کرتا ہے اور یہہ عرض کرتا ہے کہ آپ ہی
اول اس تحریر کے باعث ہوئے آپ ہی کو نقل کرانے کے لئے عرض کرتا ہون - مخدوم من لفظِ وحدۃ الوجود
یون تو ہر عام و خاص کی زبان پر چڑہا ہوا ہے پر اس ایک لفظ کو دیکھا تو باعتبارِ مذاق اور نیز باعتبارِ فہم
کہین اس لفظ کی کچہہ معنی ہین کہین کچہہ معنی ہین اہلِ حال اور جو اونکی کلام کو بے سوچے تصدیق کرتے ہین وہ
تو وحدۃ وجود بولتے ہین اور وحدۃِ موجودات مراد لیتے ہین اور جو لوگ الفاظ سے موافق ہدایۃ دلالۃ
وضعی معانی تک پہونچتے ہین اونکے یہ معنی کب پسند آئینگے وہ تو وحدۃِ وجود سے وحدانیۃ صفۃِ وجود ہی مراد لینگے
وحدۃِ موجودات یعنی موصوفات بالوجود ہرگز اس لفظ سے نہین سمجہہ سکتے جب یہ بات ذہن نشین خدامِ
والا مقام ہوچکی تو اب اس نیاز مند کی بہی سنیئے وحدۃِ موجودات تو حالی ہی اور وحدۃِ وجود حقیقۃ الحال عل
فقط شہود اور مشاہدہ حالی سے متعلق ہے واقعیۃ سے اوسکو کچہہ علاقہ نہین اور اسیلئے اس وحدۃِ وجود کو
اگر وحدۃِ شہود کہیئے تو بجا ہے اور وحدۃِ وجود بمعنی اتحادِ صفۃِ وجود امرِ واقعی خارجی معلوم ہوتا ہے اسکا
مشاہدہ تو اون لوگون کا کام ہے جو مغلوب الحال نہین حال اون پر غالب نہین اور اسیلئے اونکو ابن الحال
نہین کہہ سکتے خطابِ ابو الحال اونکو مناسب ہے براہ استدلال ہمسے خستہ حال بہی اس مضمون تک پہونچ سکتے
ہین اس نارسائی پر اتنی رسائی تو ہمسے گناہ گارونکو بہی حاصل ہے کہ تمام صفات کا پہیلاؤ عالم مین بطورِ عروض
ہے شرح اس معمّا کی یہ ہی کہ اتصاف کی کل دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ صفۃ اپنی موصوف سے صادر ہو
اور اوسکا موصوف اوسکی حق مین مصدر ہو یعنی صفۃ مذکورہ موصوف مذکور کی حق مین عطاء غیر ہو بلکہ خانہ زاد ہو
مثلاً جیسے بظاہر حرارۃِ آتش اور نورِ آفتاب آتش اور آفتاب کے حق مین صفۃ خانہ زاد اور اونہین سے
صادر نظر آتے ہین عالمِ اسباب مین کوئی سبب ایسا نظر نہین آتا جو آفتاب اور آتش کے حق مین اسی طرح

واسطہ حصول نور و حرارۃ ہوا جیسی آفتاب و آتش زمین و آب گرم وغیرہا کی حق مین واسطہ حصول نور و حرارۃ
ہو جاتی ہین دوسری یہ صورۃ ہی کہ صفۃ اپنی موصوف پر خارج سے اکر واقع ہوئی ہو وہ صفۃ اوس موصوف کی حق
مین صفۃ خانہ زاد نہو بلکہ عطاء غیر ہو اس قسم کو عرض کہئیے تو بجا ہے اور اس وقوع صفۃ کو عروض کہئیے تو زیبا ہے
اور مینے جو یہہ عرض کیا تہا کہ صفات کا پہیلاو عروض سے ہوتا ہے اوس عروض سے یہی عروض مراد تہا
اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مصدر وصفت تو ایک ہی ہوتا ہے اور اوسیکو موصوف بالذات اور موصوف اول
اور موصوف حقیقی بھی کہنا چاہیئے اگر اوسکی وحدۃ ضروری نہو تو خدا کی واحدانیۃ بہی ضروری نہین ہو سکتی
مطلب یہ ہی کہ خدا اوس ذات پاک کو کہتی ہین کہ خود مصدر وجود ہو اور سوا اوسکے اور ونکا وجود اوسکی
عطا ہو اوس سے صادر ہو کر اورون پر واقع ہوا ہو سو اگر مصدر وصف کی وحدۃ بحیثیت مصدریۃ ضروری
نہوا کری اور مقتضای ذات مصدر وحدۃ نہو تو خدا کی وحدانیۃ بہی ذاتی اور ضروری نہو گی اگر ہو گی تو کسی
علت خارجہ کی باعث یہ وحدۃ اور وحدانیۃ ہو گی اور ظاہر ہی کہ جو وصف کسی علت خارجہ کی باعث ہوا کرتا ہے
وہ وصف موصوف کی حق مین وصف ذاتی یعنی مقتضای ذات نہین ہوتا ورنہ علت خارجہ کی ضرورت ہی کیون
ہوتی بلکہ ایسا وصف بسا اوقات معرض زوال مین رہتا ہے یہی وجہ ہی کہ حرارۃ آب گرم جو علت خارجہ
یعنی آتش کی بدولت اور نور زمین جو علت خارجہ یعنی آفتاب کی بدولت حاصل ہوتا ہے اکثر زائل ہو جاتا ہے غرض قیام
وصف ایسی صورۃ مین تا قیام علۃ خارجہ ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ مصدر وصف اور موصوف
حقیقی وہ علۃ خارجہ ہوتی ہے سو وحدانیۃ مصدر وجود یعنی ذات پاک باریتعالی اگر مقتضای ذات باری نہو
تو پہر یہہ وحدانیۃ کسی اور علت فیض ہو گا اور وہی موصوف حقیقی بالوحدانیۃ ہو گی خدا کی وحدانیۃ حقیقی
اور ذاتی نہو گی علاوہ برین ایکوصف کی لئے متعدد مصدر یعنی مذکور ہو سکین تو اونکا تعدد ایک حرف غلط ہو جائگا
آخر متعدد تو یہی ہے کہ جب صدور مانا تو اول صادر کو مصدر مین ماننا پڑیگا پہر جب ایک صادر ہی اور دو
مصدر ہین تو دو حال سے خالی نہین یا تو وہ دونون وصف صادر کی لئی ایسی ہین جیسا پانی کا نیچ پانی
کے لئے یعنی وہ دونون فقط گذرگاہ وصف مذکور ہین وصف مذکور کہین اور سے آتا ہی اور ان دونون مین کو
ہمکل کر باہر چلا جاتا ہے اس صورۃ مین تو وہ دونون مصدر حقیقی نہوی کیونکہ اس صورت مین وصف مذکور اونکی
حق مین عطاء غیر ہوا خانہ زاد نہوا اور یا یہہ کہنا پڑیگا کہ اون دونون مین تعدد حقیقی نہین بلکہ جیسا شئی واحد

یکے حساب سی ہین اور کیسکی حساب سی پیدا ہوجاتی ہی یہان بہی تعدد اعتباری ہے جو باوجود وحدۃ صادر
یہہ تعدد ہی الحاصل بشرط عقل سلیم یہہ بات ضروری التسلیم ہی کہ وصف صادر واحد ہوگا تو مصدر بہی واحد ہی ہوگا
ان خلق متعدد واحد حقیقی سے اسی طرح متصور ہی جیسی ایک آفتاب سے موافق اشکال مختلفہ روشندانون
ور صحن خانون کی دہوپ کی شکلین پیدا ہوجاتی ہین سو صدور کو خلق پر قیاس کرنا اپنی غلطی ہی صدور مین
اول اوسی شئی کا وجود ہوتا ہی جو صادر ہوتی ہے اور وقت صدور فقط اوسکا ظہور ہوتا ہے اور غیرونکو
عطا کرانا اسپر موقوف ہوتا ہی اور خلق یعنی پیدا کرنے مین اول عدم ہوتا ہے اوسکی بعد وجود کی نوبۃ آتی ہے
ورنہ پیدا کرنے کی ہی کیا ضرورۃ تہی باقی مثال درکار ہو تو نور آفتاب تو آفتاب سی صادر ہے اسلیئی اول
آفتاب مین تسلیم کرنا ضرور ہی اور اشکال مذکورہ کو آفتاب سی صادر نہین کہہ سکتے ورنہ اول آفتاب
مین اون سب کا ہونا ضرور تہا ہان آفتاب کے باعث اشکال مذکورہ پیدا ہوجاتی ہین رہی یہ بات کہ اگر
یہی بات ہی تو پہر تکثر صفات باری کی کیا صورۃ ہی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ صفات باری سب باہم مترتب ہین
متساوی المراتب نہین چنانچہ وجود پر تمام صفات کا توقف بدیہی ہے ادہر علم پر ارادہ کا تعلق موقوف اور
قدرۃ وتکوین کا تعلق ارادہ پر موقوف اور ظاہر ہے یہہ توقف اوسی ترتیب کا ثمرہ ہے اگر باہم ترتب وجودی
نہین تو اس توقف کی ضرورۃ کیا تہی ہان اگر یون کہیئے کہ جو صفات موقوف علیہا ہین وہ مصدر ہین اور
جو صفات اون پر موقوف ہین وہ اونسی صادر ہین تو البتہ یہ توقف ہی ضروری ہوگا یعنی جب ایک صفۃ
دوسری صفۃ کی حق مین ایسی طرح علت وجود ہوئی جیسی جسم سطح کی حق مین تو جیسی سطح کا تعلق کسی چیز کے
ساتہہ بی تعلق جسم ممکن نہین ایسی ہی تعلق صفۃ معلول بی تعلق اوس صفۃ کی جو علت ہی ممکن نہوگا سو ہم علت
اوسیکو کہتی جو مصدر ہو بالجملہ صفات باہم مترتب ہین اور اسلیئی ایکدوسری کی حق مین مصدر ہی پر ذات باری
خود بی واسطہ مصدر صفۃ واحدہ وجود ہی یہ صفۃ بی واسطہ اور سوا اوسکی اور صفات بواسطہ بطور مذکور خدا کے
حق مین خانہ زاد ہین اور سوا اوسکی اور جہان کہین یہ صفات جلوہ افروز ہین وہ خدا ہی کی عطا ہی بالجملہ مصدر
وصف تو ایک ہی ہوتا ہی پر عروض کثیر اونہین کی کثرۃ صفات کی پہیلاو کی حق مین علت ہے اور اسوجہ سی صفات
مین وحدۃ ہی اور موصوفات مین تعدد اور کثرۃ اور اسکی ظاہر مثال جب سی وحدۃ صفۃ اور کثرۃ موصوفات بیان
ہوجائے کشتی کی چال مین سے نکل سکتی ہی یعنی کشتی اگر متحرک ہو تو بیا لہذا کشتی اور چیز ہی اور کشتی نشین اور چیز

پہر اون مین سے بہی مین اور ہون اور تم اور زید اور ہی اور عمرو اور بکر با اینہمہ یہہ بدیہی ہے کہ حرکت ایک ہی ہے
غرض صفت ایک ہی اور موصوف متعدد اتنی بات ہی کہ صفتِ حرکت ایک طرف حقیقی ہی اور دوسری طرف
مجازی ایک طرف سے صادر ہی اور دوسری طرف سے واقع یہی وجہ ہے کہ کشتی نشین حرکت سکون سرعت بطو
جہتِ حرکت استقامت و استدارت حرکت وقت و زمان حرکت مین اوسکی تابع مین اگر اوسکی طرف سے یہہ وقوع اور یہ عطا
ہوتی تو یہہ اتباع ہی ہوتا استقلال ہوتا سو یہی صورت وجود اور صفاتِ باقیہ مین سمجہہ لیجئے اِس تقریرِ مختصر سے وحدتِ
وجود بمعنی وحدتِ صفتِ وجود بہی واضح ہو گئی اور یہہ بہی واضح ہو گیا کہ جیسی باوجود وحدتِ حرکت متحرک جدی جدے
ہین کشتی جدی اور کشتی نشین جدے اور پہر کشتی نشین بہی باہم ایک نہین ہین جدے جدے ہین ایسی ہی واجب
الوجود جدا ہے اور ممکن الوجود جدا ہے اور پہر اون مین سے بہی مین اور ہون اور تم اور وہ اور یہہ نکلیے تو کیا کہئے
تمام بداہتین غلط ہو جائین اور تمام بداہتین غلط ہو جائین ہان غلبۂ محبتِ خداوندی مین اگر یہ سب کارخانہ ایک
نظر آئی تو دور نہین یرقان کی وقت تمام رنگ ہر رنگ نظر آتی ہین اور سبز سرخ عینک لگا لیجئے تو سب رنگ
ایک رنگ ہو جاتی ہین وجہ اس وحدتِ شہود کی بجز اسکی اور کیا ہی کہ قوتِ باصرہ اجزاء صفراوی اور عینک
مذکور مین کو ہو کر نکلتی ہی اور اسلئے اونکا رنگ قوتِ باصرہ پر عارض ہو جاتا ہی سو اگر کسیکی محبت دل مین ہو تو
اوسکی قوتِ دراکہ ہی جب کسی چیز پر واقع ہو گی تو لاجرم اوسکی قوتِ دراکہ کو اوسکی محبوب مین سے اسیطرح گذار ہو گا
جیسی قوتِ باصرہ کو اجزاء صفراوی اور عینک مین کو گذار ہوتا ہے غرض جو چیز کہ دل مین ہو گی وہ بالضرور نسبت
قوتِ ادراکیہ اور ان سے ورے ہو گی اور اسلئے اور ون کی راہ مین واقع ہو گی اور وقت گذار قوتِ ادراکیہ
اوس محبوب کی شکل جو کہ دل مین ہی قوتِ ادراکیہ پر عارض ہو جائے گی اور اسلئے جس چیز پر قوتِ ادراکیہ واقع
ہو گی اوس محبوب کی شکل اوس چیز مین نظر آئے گی مگر ایسی محبت اور کسی محبوب کے ساتھ ممکن ہو کہ ہنو پر خدا کے
ساتھ ضرور ممکن ہی اول تو جتنی وجوہ محبت ہین سب اوسمین موجود جمال کمال احسان قرابت گو قرابت کی یہہ
معنی نہین کہ معاذ اللہ بسیلۂ توالد و تناسل رشتہ و پیوند ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ بدلالت نحن اقرب الیہ من
حبل الورید اوسکو قرب حاصل ہی سو جیسے یہ قربِ انتساب جو بوجہ توسطِ وجود و سبب پیدائش ماباپ کو
اور بنی نوع سے زیادہ حاصل ہی اور سوا اونکے اور اقربا کو اونکے واسطے سے بالواسطہ یہ قرب حاصل ہی اور
اسوجہ سے باہم علاقۂ محبت ضرور ہی تو وہ قرب جو خدا کو حاصل ہی وہ تو بدرجۂ اول موجبِ محبت ہو گا کیونکہ ماباپ

توسط تو مثل توسطِ رنگریز جو کپڑون کی رنگنی کی وقت ہوتا ہی عادی ہی ضروری نہین اگر کپڑا ہوا کے باعث
خُمِ نیل مین گر جائے تب بہی وہی بات ہی ایسے ہی حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ مین بہی وہی بات ہی
جو اور آدمیون مین ہوتی ہی اور خدا کا توسط ایسا ہی جیسا خود رنگ کا توسط سفید کپڑے کی رنگین ہونے
مین الغرض یہ توسط علتِ حقیقی ہی جسکو اصطلاح اہلِ معقول مین واسطہ فی العروض کہتے ہین اور وہ توسط
علتِ مجازی ہی جسکو اونکی اصطلاح مین واسطہ فی الثبوت کہتے ہین اور ظاہر ہی کہ علتِ حقیقی اور اوسکی معلول
مین ایسا قرب ہوتا ہی جو نور مین اور دہوپ مین اور جسم مین اور سطح مین جیسے نور اور دہوپ اور جسم
اور سطح مین بوجہ شدتِ قرب اور کمالِ اتصال کسی اور چیز کی بیچ مین گنجایش نہین ہوتی ایسے ہی وجودِ
باری اور موجوداتِ ممکنہ مین بوجہ کمالِ قرب کچھ فاصلہ نہین ہوتا بلکہ جیسے بایں وجہ کہ دہوپ اور سطح ایک
انتہاء نور و جسم ہی اور اسوجہ سے ان دونون کا تعقل اون دونون کی تعقل پر موقوف ہی یعنی پہلے اون کا
تعقل ہولے جب کہین انکا تعقل ہو ایسے ہی حقایق ممکنہ موجودہ ایک انتہاء وجود ہین اور اسوجہ سے اون کا
تعقل اوسکی تعقل پر موقوف اسکے اول اوسکا تعقل اور تصور ہولے جب کہین انکا تعقل اور تصور ہو مگر جب یہ ہے
تو پہر اگر فرض کرو دہوپ کو عقل عنایت ہو اور وہ اپنی تعقل کی درپے ہو تو اوسکے لئے بہی اول نور کی تعقل کی
ضرورة ہوگی پہر اوسکے بعد اپنا تعقل نصیب ہوگا اور اسوجہ سے یون کہنا پڑیگا کہ راہِ علم و تعقل و تصور مین
نور مذکور دہوپ سے بنسبتہ دہوپ قریب ہے کیونکہ اول آتا ہے اور خود دہوپ بنسبتہ نور اپنے آپ سے
دور ایسے ہی بوجہ مذکور وجودِ باری حقایقِ ممکنہ سے بنسبتہ حقایقِ ممکنہ نزدیک ہی اور اسلئے اگر یون کہیے کہ
نحن اقرب الیہ من حبل الورید تو بجا ہی غرض یہہ قرب دین قرب سے جو والدین کو نصیب ہوا ہی کہین
بڑہکر جب وہ قرب موجب محبت ہی تو یہہ قرب بدرجۂ اولیٰ موجب محبت ہوگا الحاصل تمام وجوہ محبت خدا مین
موجود اور پہر ہر وجہ بوجہ اتم اور وہ نہین اول تو تمام وجوہ موجود نہین اور جو کچھ ہے بوجہ اتم نہین اسلئے اگر
نوبت تعلق محبت خدا کے ساتہ آئی تو نہایت شدید ہوگی اور پہر بوجہ قرب مذکور حجاب کی کوئی صورة نہین یعنی
جیسے دہوپ اور نور مین اور سطح اور جسم مین حجاب کی کوئی صورة نہین ایسے ہی حقایق ممکنہ موجودہ
انتزاع اور وجودِ باری مین حجاب کی کوئی صورة نہین اسلئے یہ بہی احتمال نہین کہ کسیطرح اس محبت پر زوال آ
جائے پہر اس صورة مین اگر بوجہ غلبۂ محبت اس قسم کی بات کسی سے سرزد ہو جاوے جسکی طرف یہ شعر مشیر ہے

سمایا ہی تو میری نظروں کی آگے ؁ جدہر دیکھتا ہوں اودہر تو ہی تو ہی ؁ تو کیا عجب ہے اسیر گرفت اونہیں کو
زیب دیتی ہی جو غلبہ حال یعنی غلبہ محبت سی آگی نکل گئی ہیں اور حال اور محبت پر غالب آگئی ہیں ہم سے مغرور
کو یہہ طعن و تشنیع جو کہلا کیا کرتی ہیں زیبا نہیں خطا ہے مگر ہماری صواب سی بہتر این خطا از صد صواب
اولیٰ تر است الحاصل وحدۃِ موجودات ایک امر مشہودی ہی امر واقعی نہیں پر وحدۃ وجود امر واقعی ہے
ورنہ مثل خدا ہر موجود خدا ہو یعنی جب صفۃ وجود ممکنات کو فیضِ خدا سمجھئے اور اوسکی طرف سی صدور اور اوسکی
طرف وقوع نمانیے تو ہر ایک اپنی اپنی وجود میں مستقل ہوگا اور ہر ایک غنی اور مثلِ خدا خدا سے مستغنی چنانچہ
ظاہر ہے ـ طبیعۃ تہاک گئی یہہ آپ ہی کا لحاظ تہا جو اس ناتوانی میں کچہہ اوپر چار ورق بعد ظہر کل لکھے تھے
اور باقی آج لکھے پسند آئیگی تو یوں امید نہیں کہ میں ایک تو کم فہم دوسرے خستہ جان اور اودہر آپ کی
نظر میں بڑے بڑے کاملوں کے کلام اسلئے یہہ استدعا ہے کہ تعمیلِ ارشاد تو ہوچکی اب اس نامہ سیاہ کو
بعد ملاحظہ آپ واپس فرماویں اگر بوجہ حسنِ اخلاق یا حسنِ ظن رکہتا ہی مد نظر ہو تو جہاں مینے آپ کی
خاطر اس ناتوانی میں یہہ سخت جانی کی ہے آپ میری خاطر نقل کی تکلیف اوٹہائیں اور بعد نقل عنایت
فرمائیں العبد محمد قاسم دوم ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ ہجری روز سہ شنبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مخدوم و
مخدوم زادہ آفاق جناب مولوی سید محمد جمال الدین شاہ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ یہ آپ کا نیاز مند محمد قاسم اول
سلام مسنون عرض کرتا ہے اور پہر یہہ عرض کرتا ہی چند روز ہوئے آپ کا عنایت نامہ میری سرفرازی کا باعث ہوا
اوسکا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس تقصیر تاخیرِ جواب کا عذر عرض کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تا مقدور فی الفور
جواب نامہ عرض کرتا جو ایسا سوال میں پڑتا یا نہ میں پڑتا پر کیا کروں اون دنوں یہہ خستہ جان مبتلائے بلا تہا
ڈاڑہ کے درد نے ایسا بے تاب و توان کر رکہا تہا کہ کیا عرض کروں اوسکی بعد ناتوانی نے کچہہ ہونے دیا وہ کچہہ
کم ہوئی تہی تو کچہہ اعضا شکنی اور خفیف سا بخار دستانے لگا ہے تہی آج ہی جواب دیتی ہے مگر کب تک
یہ انتظار کیجئے کہ طاقت آئے اور تقاضا ہے جانی اور میں جواب لکہوں اپنی معلومات ہی کتنی ہیں جسکے واسطے اتنا
انتظار کیجئے اور آپ سے انتظار کرائیے جو کچہہ ہے ابہی عرض کئے دیتا ہوں ـ سماعِ اموات کے تحقیق میں اول تو
یہہ معروض ہے کہ یہہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے دوسری ضروریاتِ دینی اور عقائدِ ضروریہ میں سے نہیں
اسکی تنقیح قرار واقعی تو بعد مرگ ہی معلوم ہوگی اگر بعد مرگ بہی اور ونکا سلام و پیام سن لیا تو سماع نہیں تو عدم

سماع متحقق ہوجائیگا علاوہ برین طرفین مین بڑے بڑے لے کا بر اگر ایک طرف مین بالکل ہو رہیئے تو کسی نہ کسی طرف
والون کو بُرا سمجھنا پڑیگا اسلیئے اہلِ اسلام کو یہہ ضروری ہی کہ ایسی مسائل مین خواہ مخواہ ایسی پَچ نہ ہو بیٹھین
کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھہ لین جب یہ بات گوش گذارِ خدام ہوچکی تو اب آگی سنیئے اپنی خیالِ نارسا کی
موافق سمعِ اموات جسے اسماع سی تعبیر ہی پر استماعِ اموات ممکن نہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ خدا نے
انک لا تسمع الموتی فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اسکی سلامِ اہلِ قبور مسنون کردیا اگر استماع ممکن
نہین تو پہر یہہ بیہودہ حرکت یعنی سلامِ اہلِ قبور ملحدون کی زبان درازی کی لیئی کافی ہی تفصیل اس اجمال کی
یہ ہی کہ کبھی آواز مین ایسی قوۃ ہوتی ہی کہ بی تکلف ہر صاحبِ سمع اوسکو سن لیتا ہے اس صورت مین تو
سمعِ سامعین حدِ اسماع مین ہوتا ہی اور کبھی بوجہ ضعفِ آواز متکلم سننی والون کو سر جہکانے اور کان لگانیکی
ضرورۃ پڑتی ہی اس صورۃ مین اصل مین تو سمعِ سامعین حدِ اسماع سے خارج ہوتا ہے پر بعد سر جہکانی اور کان
لگانی کی حدِ اسماع مین آجاتا ہی اسلیئی اسکو استماع کہئیے اور نفیِ اسماع کیجی تو بجا ہے کیونکہ بوجہ ضعفِ آواز عدم
اسماع تو ظاہر ہے مگر جب سامعین کی طرف سے اہتمام ہو تو اونکی طرف سے اخذ اور تحمل ہوا اور ظاہر ہی کہ استماع
مین بنسبتِ سماع ایک مضمونِ اخذ ہوتا ہی چنانچہ خواصِ ابواب کی جاننی والی اور محاوراتِ عرب کے پہچاننے
والی ان فرقونکو خوب جانتی ہین یہہ مقدمہ تو معروض ہوچکا اب آگی چلیئے روح کی حیات اور صفاتِ حیات
یعنی وہ صفات جو حیات پر موقوف ہین مثل سمع و بصر اصلی اور ذاتی ہین یعنی یہہ صفات روح سی صادر ہوتی
ہین اور عالمِ اسباب مین اوسکی حق مین خانہ زاد ہین اور جسم کی حیات اور صفاتِ مذکورہ عرضی ہین یعنی عطائے
روح مین روح سی صادر ہوکر اوسپر واقع ہوتی ہین اتنا فرق ہی کہ حیات جو تمام صفاتِ روحانی کی اصل ہے
تمام جسم کو محیط ہوتی ہے اور قوۃِ باصرہ اور قوۃِ سامعہ وغیرہ قوی خاصۃ اعضای مخصوصہ کی ساتھ مخصوص
ہوتی ہین مگر ہرچہ بادا باد جو کچھہ ہی وہ فیضِ روحانی ہی یہی وجہ ہی جب تک تعلقِ روحانی ہی جبہی تک حیاتِ
جسمانی اور صفاتِ روحانی کی بہی جسم مین جلوہ گری ہے ورنہ جیسی قبلِ تعلق کچہہ نہتا ایسی ہی بعد انفکاکِ تعلق
بہی کچہہ نہین رہتا البتہ قبلِ حدوثِ تعلق اور بعد انفکاکِ تعلق مین اتنا فرق ہوتا ہی جیسی قبلِ محبۃ اور بعدِ فراق
مین فرق ہوتا ہے یعنی قبلِ تعلقِ محبۃ محبوب سے کچہہ تعلق نہین ہوتا اور جب تعلقِ محبۃ ہوچکا تو پہر بعدِ فراق نرم
محبوب کا دہیان رہتا ہے اور اسلیئی اسوقت جتنی محبوب کی خبر ہوتی رہیگی اوتنی قبلِ تعلقِ محبۃ ہرگز نہتی

وجہ اسکی وہی ہی کہ اب لطور استماع مذکور ادہر سے تلقی اور اخذ رہتا ہی وجہ اس تشابہ کی تو اسی سی ظاہر ہے کہ روح اصل مین ایک عالم علوی کا نور پاک اور جسم اس عالم سفلی کی ایک مشت خاک اور ظاہر ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک پہر جو موت یعنی فراق جسم خاکی ناگوار ہی تو وجہ اسکی بجز اسکی اور کیا ہی کہ بوجہ کمال انقیاد و کمال انتفاع و طول صحبت روح کو جسم خاکی سی محبۃ پیدا ہو جاتی ہی کمال انقیاد تو اس سی زیادہ اور کیا ہوگا کہ روح کی اشارون پر کام کرتا ہی اور بی سوچی سمجھی اطاعۃ مین سرگرم رہتا ہی اور کمال انتفاع اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ تمام قوا روحانی بواسطۂ اعضا جسمانی کام کرتے ہین وہ نہون تو یہ سب بیکار ہین باقی طول صحبۃ تو خود ظاہر ہی اور اگر طول صحبۃ بعضی افراد مین نہو تو وہی دو وجہ کافی ہین اس صورۃ مین بعد فراق توجہ الی الجسم ضروری ہی اور اسلیئی اوسکی احوال کی تلقی لقدر امکان قریب الوقوع جب یہ مقدمہ بہی ذہن نشین ہو چکا تو اصل مطلب سنیئ حسب تحقیق اہل عقل سماع احیا بذریعہ ہوا ہی اور کیون نہو کوئی دیوار اور چہت اگر بیچ مین حائل ہو جاتی ہی تو بسا اوقات باوجود قرب آواز نہین پہونچتی اور یون دور دور تک جاتی ہے پہر جدہر کی ہوا ہوتی ہے ادہر کو زیادہ جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ واسطہ وصول آواز متکلم اور موصل آواز یہ ہوا ہے مگر چونکہ بظاہر کیفیت وصول یہہ ہوتی ہے کہ آواز جو از قسم کیفیت ہی بمجرد صدور ہوا مین آجاتی ہے اور جیسے پانی مین ڈہیلا مارنے سے چارون طرف لہرین اوٹہتی ہوئی چلی جاتی ہین ایسے ہی بمجرد صدور آواز ہوا مین وہ کیفیۃ آکر چارون طرف کو پہیلجاتی ہے اور اسوجہ سے گوش سامع تک پہونچ جاتی ہے اسلیئی یہہ یقین ہوتا ہے کہ ہوا کی یہہ لچاک کیفیۃ آواز کو یون اوٹہاتے پہرتی ہے اگر یہہ لچاک ہوا مین نہوتی تو یہ پہر وانہ آواز ہی یون نہوا کرتی مگر یہہ پہری تو پہر یہ بہی یقینی ہے کہ آب و خاک بہی اپنی اپنی لچاک کی موافق آواز کو پہونچا سکتے ہین کیونکہ ان دونون مین بہی یہ لچاک موجود ہے بہت نہین تہوڑی ہی سہی پانی کا حال تو خود ظاہر ہے رہی یہ خاک اوسکی لچاک درختون کی نکلنے اور کہونٹون کے گاڑنے سے آشکارا ہے اگر زمین مین قدر قلیل مضمون سیلان یعنی وہ لچاک نہین ہے تو موٹی موٹی جڑون اور بڑے بڑے کہونٹون کی گنجائش کی پہر کیا صورۃ ہے اسلیئی یہ ضرور ہے کہ یہ دونون چیزین بہی آواز کو تہوڑا بہت پہونچایا کرین اوہر اس خیال کو اپنے ادراک کی مطابق پایا گہیون کی کہڑ کہڑ کی آواز زمین مین خود محسوس ہوتی ہے جیسا اس

بالبداہتہ اسپر شاہد ہے کہ زمین بہی بواسطۂ ایصالِ آواز ہے البتہ وہ بات نہین جو ہوا مین نظر آتی ہے القصہ زمین بہی آواز کو پہونچاتی ہے مگر بہت کم ادہر بعدِ مرگ روح کو جسمِ خاکی سے بہت کم علاقہ رہگیا اور جو کچہہ تہا بہی تو جسم مذکور کی شکل وصورۃ کے بگڑ جانے نے اوسکو اور بہی گہٹا دیا یعنی بعدِ مرگ وہ علاقہ تسلط تو باقی نرہا یہی وجہ ہے کہ بعد مرگ جسم و اعضای جسمانی سے روح کچہہ کام نہین لے سکتی البتہ علاقہ محبۃ باقی تہا سو شکل وصورۃ کے بگڑ جانے نے جو سببِ عظیم نفرۃ ہے اوس محبۃ کو اور بہی کم کر دیا کیونکہ نفرۃ ہوئی تو وہ رغبۃ کہان جو محبۃ کو لازم ہے الغرض ادہر تو روح کو جسم سے وہ تعلق ضعیف ہوگیا جو سرمایۂ ابصار و سماع تہا ادہر واسطۂ ایصال بعدِ دفن آب خاک ہے جسمین خفیف سی لچک اور قلیل سا سیلان ہے اسلئی خواہ مخواہ یہی کہنا پڑیگا کہ حدِ قوۃِ اسماعِ متکلم سے قوۃِ سامعۂ اموات جو بالفعل فقط روح کے ساتہ قایم ہے اور جسم سے چندان تعلق نہین رکہتی ہے پر با اینہمہ تعلق بہی موجود ہے گو ضعیف ہے اور واسطۂ وصولِ آواز مین سیلان اور لچک بہی موجود ہے گو خفیف ہے اسلئی اگر ادہر سے بوجہ توجہ و اقتراب جو محبۃِ مذکورہ کو لازم ہے تلقیِ آواز یعنی استماع ہو تو بعید نہین اسلئی مناسب یون ہے کہ قبرستان مین گذرے تو سلام سے دریغ نکرے اور بن پڑے تو ہدیہ مناسبِ وقت بہی پیش کرے ورنہ سخت بیمروتی ہے جو یون آنکہین چرائے چلا جائے مگر چونکہ محتاج اور مستغنی محتاج الیہ پکارنا جدا جدا ہوتا ہے اور عوام اپنے خیالِ خام مین اولیاء کو قادر اور متصرف یعنی غنی محتاج الیہ سمجہتے ہین تو اگر اس زمانہ مین اس امکانِ استماع کا بہی چرچا کیا جائے تو اس عمل سے نفع دینی تو کچہہ متصور نہین البتہ قوۃِ مضامینِ شرکیہ کا گمان غالب ہے اسلئی یون مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونۂ زیارۃِ قبور تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کی اطلاع ہونے دی ورنہ اس علمِ امکان سے ترقی مدارج تو معلوم کیونکہ ضروریات دینے مین سے نہین البتہ مواخذۂ نقصانِ مذکور کا احتمال ہے جب یہ سب باتین نذرِ خدام ہو چکین تو اس ذیل مین وہ مضمون بہی عرض کئے دیتا ہون جو فی الجملہ قابل کے مناسب ہے انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ کو بعدِ مرگ بہی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبلِ مرگ تہا یہی وجہ ہی کہ اونکے اجساد مثلِ اجسامِ احیاء ہوتے ہین پہٹتے نہین چنانچہ احادیث مین موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ اونکی ازواج مثلِ ازواجِ احیاء اوروں سے نکاح کرنیکا اختیار نہین رکہتی اور یہی وجہ ہے

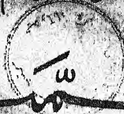
کہ اونکے اموال کو مثل اموالِ احیاء اونکے وارث تقسیم نہین کر سکتے اور اسوجہ سے حدیثِ لانورث کو معارض
آیۃ یوصیکم اللہ اور آیۃ لا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا کو معارض آیۃ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا نہین
کہہ سکتے کیونکہ آیۃ یوصیکم اللہ اور آیۃ والذین یتوفون کی مصداق وہ ہین جنکی ارواح کو اونکی ابدان کے ساتھ
وہ تعلق نرہا ہو جو حالتِ حیات مین تہا چنانچہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان مین لفظِ ترک اور آیۃ
والذین یتوفون مین مادہ توفی اسپر شاہد ہے علیٰ ہذا القیاس آیۃ ولیخش الذین ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا
مین لفظِ ترکوا قرینہ مضمون معروض ہے کیونکہ جیسے مضمون توفی جبہی چسپان ہو سکتا ہے جبکہ کوئی چیز
نکال لیجائے اور یہ بات یہان اوسیوقت صحیح ہوتی ہے جب روح کو بدن سے نکال باہر کیجیے کیونکہ
الذین کا مصداق آیۃ والذین یتوفون مین وہی ہے اور نیز وہ نہو تو جسم ہوا اور ظاہر ہے کہ جسم بوروتوفی
وقتِ مرگ نہین ہوتا اسلیے یہی کہنا پڑتا ہے کہ روح کو ایسے لوگون کی اپنے جسم سے وہ علاقہ نہین رہتا
جو وقتِ حیات تہا ایسے ہی مضمون ترک بہی گرفتاران محبۃ اولاد و اموال کے حق مین جبہی صحیح
ہو سکتا ہے جبکہ اس خاکدانِ سفلی کو چہوڑ کر عالمِ علوی کو چلے جائین سو یہ بہی جبہی متصور ہے جبکہ روح
کو وہ تعلق اول نرہے ورنہ وہ ترک نہین بلکہ مثل بندیوان دست و پا بستہ ملاقاتِ اولاد و تصرفات
اموال سے مجبور ہین یہی وجہ ہے کہ قیدیون کی ازواج و اموال ونکے ملک سے خارج نہین ہوتے
اور یہی وجہ ہے کہ سکتہ والے کی ازواج و اموال بدستور اوسکے ملک مین باقی رہتے ہین ان دونون
مین اتنا فرق ہے کہ قیدیون کے اجسام مقید ہوتے ہین ور سکتہ والے کی روح مقید ہو جاتی ہے مگر اوسکا
قیدخانہ یہی جسم خاکی ہوتا ہے اسلیے وہ پہیلاو جو بذریعہ ظہورِ افعالِ اختیاریہ ہوا کرتا ہے اور نورِ آفتاب و
قمر کے پہیلاو کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح بند ہو جاتا ہے جیسے چراغ پر کسی ظرف کے رکہدینے کے وقت
اوسکے نور کا پہیلاو بند ہو جاتا ہے سو یہی صورۃ بعینہ انبیا علیہم السلام کی موت کے سمجہیے اتنا فرق ہے
کہ سکتہ مین سواے بعض مواقع تمام اعضا مین سے روح کہینچ لیجاتی ہے اور تمام قواے روحانی کو مثل قوۃ
سامعہ و قوۃ باصرہ اپنے اپنے مواقع سے کہینچ لیتے ہین اور اسوجہ سے اگر تدبیرِ مناسب مین نہ پڑیے تو
رفتہ رفتہ بالکل کہینچ کر باہر کر دیتے ہین اور ارواحِ انبیا کو بدن کے ساتہ علاقہ بدستور رہتا ہے ہر اطراف
و جوانب سے سمٹ آتی ہے اور اسلیے حیاتِ جسمانی کو نسبتِ سابق اسی طرح قوۃ ہو جاتی ہے جیسے ظرف مذکور کے

رکھدینے کے بعد چراغ کے شعلہ مین نور اپنا بڑہجاتی اور سکتہ مین ایسا ہوجاتا ہے جیسے فرض کیجئے چراغ ٹمٹمانے لگے اور گل ہونیکو ہو بہرحال ارواحِ انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتہ تعلق رہتا ہے بلکہ کیفیتِ حیاۃ بعد بوجہ اجتماع مدتے رہی قوۃ آجاتی ہے اور مثل نورِ چراغ وظلمتِ ظرف محیط حیات وموت دونون مجتمع ہوجاتے ہین اور اس سے بہی روشن مثال اجتماع اضداد کی ضرورۃ ہو تو آبِ گرم کی گرمی عارضی اور برودۃِ طبعی کو پیشِ نظر رکہہ کر اپنی اطمینان فرمالیجئے یا ادویۂ حارہ کی برودۃِ خارجی اور ادویۂ باردہ کی حرارۃِ خارجی پر نظر ڈالئے اور وہم عمومِ استحالۂ اجتماعِ اضداد کو دل سے نکالئے شرح اسکی یہ ہے کہ آبِ گرم کی برودۃِ طبعی وقتِ حرارۃ بہی موجود ہے یہی سبب ہے کہ آگ کو بجہا رہی ہے اگر وہ برودۃ نہ تہی تو یہ آتش کشی کیون ہے علی ہذا القیاس ادویہ مین وقتِ عروض کیفیۃِ مخالفۃِ طبیعۃ اگر طبیعۃِ اصلی باقی نہین ہوتی تو یہ تاثیر کیون ہے القصہ اگر ایک ضد طبیعی اور ذاتی ہو اور دوسری خارجی عارضی تو پہر یہ اجتماع محال نہین بلکہ ممکن کثیر الوقوع ورنہ کارخانہ عروض بالکل باطل ہوجائے عروضِ اوصاف وہین ہوتا ہے جہان اون اوصاف کی اضداد ہوتی ہین زمین مین ظلمتِ اصلی ہی ہو تو اوسپر عارض ہوتا ہے ہان یہ محال ہے کہ دونون وصفِ متضاد عارضی یا طبعی ہون اور پہر مجتمع ہوجائین مگر یہ ہے تو پہر قوۃِ حیات جسکو قوۃِ سامعہ کی قوۃ بہی لازم ہے انبیاء مین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس قوۃِ تعلق قوۃِ سامعہ سے اوس ضعف واسطہ کا تدارک ہوجائے اور اونکا سماع بعدِ وفات بہی بدستور باقی رہے اب اگر کسیکو حیاتِ شہداء کا خیال آئے اور سوجہ سے کچھہ اور خیال آئے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ حیاتِ شہداء اجسام یعنی اجوافِ طیرِ خضر کے اعتبار سے ہے چنانچہ حدیثون مین مصرح ہے اور قرآن مین لفظ عند ربہم جو احیاء کے ساتہ ہے اوسطرف مشیر ہے اور جب حیاتِ شہدا کی یہ کیفیت ہے تو اونکے ازواج واموال اور زندونکی ازواج واموال کی طرح بعدِ مرگ اونکے ملک سے نکل جائینگے البتہ ازواج کو نکاحِ ثانی مین اتنا انتظار کرنا پڑیگا جسمین احتمال اختلاطِ نطفۂ شوہرِ اول مع شوہرِ ثانی باقی نرہے سو وضعِ حمل مین تو یہ بات ظاہر ہی ہے اور دس دن چار ماہ مین بایں وجہ کہ چار ماہ کے تین چلے ہوتے ہین اور موافق ارشادِ نبوی تین چلہ کے بعد نفخِ روح کی نوبۃ آتی ہے اور دس دن مین کسیقدر قوۃِ حرکۃ آہی جائیگی جس سے حمل ہوگا تو یقینی ہوجائیگا یہ بات یون ہی ہو جاتی ہے کہ بوجہ ظہور حرکاتِ جداعلی درجہ کا ظہور ہے حمل کا تیقن ہوگیا تو موافق آیۃ واولات الاحمال

اجلہن ان یضعن حملہن انتظار وضع حمل کیا جائیگا ورنہ بوجہ عدم حمل بے اندیشہ ہوکر جو چاہو سوکرو غرض ان دو نون آیتون مین جو بظاہر دربارۂ میعادِ عدة مختلف معلوم ہوتے ہین اختلاف نہین بلکہ منشا دونون آیتون کا وہی نطفون کی اختلاط کا بچاؤ ہے اتنا فرق ہے کہ وضع حمل کے بعد خلو رحم کا یقین تہا اور اسلیئے اختلاط کا احتمال ہی نتہا وہان تو بطور قطع یہہ فرمادیا اجلہن ان یضعن حملہن اور دس دن چار ماہ مین اتنا معلوم ہو جاتا تہا کہ حمل ہے کہ نہین اسلیئے تربص کا ارشاد ہوا جو بمعنی انتظار ہے الحاصل ازواج مثل ازواج دیگر اموات اونکے ملک سے نکل جاتے ہین اور مثل ازواج دیگر اموات عدة معینہ تک اون کو ممانعتِ نکاح ہی پر یہہ ممانعت جیسے بوجہ بقاء ملک ورا اموات نہین بلکہ بوجہ اندیشہ اختلاط نسب ہے ایسے ہی ازواج شہداء کو بہی اگر ممانعت ہے تو بوجہ بقاء ملک نہین بوجہ اندیشہ اختلاط نسب ہے تاکہ احکام صلۂ و میراث و نکاح وغیرہ مین کچہہ آدفت نہ پیش آئے اور موافق ارشاد جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا احکام مذکورہ مین حقیقة الحال معلوم رہے کچہہ اشتباہ نہو اور وجہ تساوی کی جو شہداء اور اموات باقیہ مین ملحوظ ہے وہی ہے کہ اس بدن کے اعتبار سے دونون کی موت برابر ہے یعنی دونون یہانکے جسم سے بے علاقہ ہو جاتی ہین بلکہ شہدا کی بے تعلقی کچہہ زیادہ ہو تو عجب نہین کیونکہ اونکو جب نعم البدل عنایة ہو گیا تو اب اس جسم کی محبت کیا رہی ہوگی اسلیئے اونکا سماع اور اونکی قبور سے استفاضہ زیادہ تر مستبعد ہی اور اونکی ازواج و اموال زیادہ تر قابل اجازۂ غیر ہین کیونکہ احتمال استماع بوجہ بقاء محبت تہا اور امکانِ فیض بہی اوسی محبت اور توجہ پر مبنی تہا اور ازواج و اموال سے قطع امید اغیار اسی نظر ہی کہ ازواج تو موافق ارشاد نساؤکم حرث لکم مزرعۂ اولاد ہین اور ظاہر ہے کہ تخم اولاد یعنی نطفہ والد جو اس مزرعہ مین بویا جاتا ہے وہ موافق قاعدۂ نباتات اسی جسم سے پیدا ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اموال جو موافق ارشاد جعل اللہ لکم قیاما اور نیز بالبداہتہ بغرض حفظ جسم خاکی یا مرمت جسم خاکی عنایة ہوا ہے اسی بدن کے لیئے ہے سو جب چہوڑا ہے تو کہا س اونکا ہی فکر ہے اور وہ نہ ہے تو ان سے ہی مطلب نہین رہتا ایسے ہی یہ بدن ہے تو ازواج و اموال سے ہی تعلق ہے اور اس بدن ہی کو چہوڑ گئے تو پہر اوسکے متعلقات سے کیا مطلب رہگیا اسلیئے یون مناسب ہے کہ یہہ خدا کی نعمتین بیوجہ بیکار نرہین یعنی اموال کو اوسکے وارثون مین تقسیم کردیا جائے اور ازواج کو اجازة ہو جائے کہ وہ اپنا فکر خود کرلین مگر اور لوگ تو سب کو چہوڑ جاتے ہین اور

انبیاء کرام علیہم السلام فقط مال کو چھوڑ دیتے ہین کیونکہ ازواج دینے کے قابل ہی نہین جو چھوڑ دیجئے بالجملہ انبیاء اموال کو چھوڑ دیتے اور اموات باقی ازواج و اموال دونون کو چھوڑ جاتے ہین چنانچہ وقتِ موت اورونکی مجبوری اور انبیاء کی خودمختاری جسپر اونکی رضا سے انکی ازواج کا مقبوض ہونا دلالۃ کرتا ہے اس فرق پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ چھوڑ جاتے ہین تو جانے کی ضرورۃ مین چھوڑنا پڑتا ہے ورنہ اصل مین چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اور چھوڑ دینے مین دینے کے لیئے باختیار خود چھوڑتے ہین سو اسی فرق کے اظہار کے لیئے آپ نے یہہ ارشاد فرمایا ماترکناہ صدقۃ تاکہ لفظ صدقۃ چھوڑ دینے پر دلالۃ کرے اور کسیکو چھوڑ جانیکا وہم نہو جو انجام کار یہ وہم نہو کہ ترک ہے تو ماترک مین آپکا متروکہ بہی داخل ہوگیا اسلیئے تو مناسب ہے کہ موافق ارشاد یوصیکم اللہ اوسمین بہی میراث جاری ہو کیونکہ چھوڑنا جو مفہومِ ترک ہے گو دونون مین مشترک ہے مگر وہی فرق ہے جو مینے عرض کیا اسلیئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظِ صدقۃ سے ایک قسم ترک کو متعین کردیا ایسے ہی لفظ للرجال نصیبٌ للنساء نصیب سے خدانے اورونکے حق مین قسم ثانی ترک کو معین کردیا علیٰ ہذا القیاس آیۃ ولیخش الذین بقرینۂ خافوا علیہم مین قسم ثانی کی تخصیص فرماوے غرض اس معاکی یہ ہے کہ خوف اوسیوقت متصور ہے جبکہ بمجبوری چھوڑکر جایئے اور باختیار خود چھوڑ دیجئے تو کیا خوف ہے جو چیز اورونکو دے بیٹھتے ہین وہ ضائع ہو یا باقی رہے اپنی بلا سے غرض جس چیز سے خود بے تعلق ہو جاوین وہ رہے یا جائے اوسکا کیا خوف علیٰ ہذا القیاس اموال کو باختیارِ خود ہم وقتِ مرگ چھوڑ دیا کرین تو جسکو ہم دیجایا کرین وہ اوسیکا ہے جیسے ایام حیات کی تصرفات مین خدا کو کچھہ مزاحمت نہتی اس صورۃ مین وقتِ مرگ بہی خداوندِ عالم دخل ندیتے مگر یہہ ارشاد اوسی بنا پر ہے کہ اموات اپنے اموال کو چھوڑکر جاتے ہین چھوڑ دینا نہین ہے چنانچہ موت کی مجبوری خود اسپر شاہد ہے کہ دل خستہ بدستور لبریز محبتہ ازواج و اموال و اولاد ہے پہر کیونکر کہدیجے کہ ہم چھوڑ دیتے ہین نہین یہ چھوڑ جانا ہے سو یہہ چھوڑ جانا اوسیوقت متصور ہو کہ جسم سے اخراج روح ہو اور جس قسم کا اوسکا دخول تہا جسپر یہہ تمام آثارِ تسلط یعنی باختیارِ خود جسم اور اعضاء جسم سے کام لینا دلالۃ کرتا ہے اوسکے مناسب خروج متحقق ہوجائے سو یہہ بات بدلالۃ فرقِ احکام مذکورہ اور اموات مین تو ہوتی ہے پر انبیاء مین نہین ہوتی یعنی بقاء حیات کا انبیاء کرام علیہم السلام کے لیئے ضروری ہونا اور سوا اونکے اورونکے لیئے ضروری ہونا اور ازواج انبیاء کرام

علیہم السلام کو نکاحِ ثانی کی اجازۃ کا نہونا اور اونکی ازواج کی نہی اس اجازۃ کا ہونا اور اموال
انبیاء کرام علیہم السلام مین میراث کا جاری نہونا اور اونکی اموال مین جاری ہونا اسپر شاہد ہے کہ
ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہین ہوتا فقط مثلِ نورِ چراغ اطراف وجوانب سے قبض
کر لیتے ہین یعنی سمیٹ لیتے ہین اور سوا اونکے اور ونکی ارواح کو خارج کر دیتے ہین اور اسیلیے سماعِ انبیاء
کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اور اسیلیے اونکی زیارۃ بعد وفات بہی ایسی ہی ہے
جیسے ایامِ حیات مین احیاء کی زیارۃ ہوا کرتی ہے اور اسوجہ سے یون نہین کہہ سکتے کہ زیارۃ نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم مثل زیارۃِ مسجد زیارۃِ مکان ہے اور اسیوجہ سے بحکم لا تشدوا الرحال وہان لس اہتمام سے
جانا ممنوع ہے بلکہ وہ زیارۃِ مکان نہین زیارۃِ مکین ہے سو اگر لا تشدوا الرحال الی مسجد محذوف مانا ہو
بلکہ الی مکان ہے محذوف ہو جنس قریب مستثنی نہین بلکہ جنس بعید مستثنی لین اور وجہ یہ ہو کہ
وجہ ممانعت یہ ہے کہ محنت بے سود ہوگی سو زیارۃِ جملہ مکانات مین خواہ مسجد ہو خواہ کچھہ اور سوائے مساجد
ثلثہ جنکا ثواب عظیم ظاہر ہے یہہ وجہ برابر ہے تب بہی زیارۃِ نبوی مین کچھہ حرج نہین بلکہ اوس رحم
کی امید ہے جسکا نتیجہ مغفرۃ اور رضوانِ خداوندی نظر آتا ہے کیونکہ یہ زیارۃ مکان نہین زیارۃ مکین
ہے زیادہ کیا عرض کرون عنایۃ فرماکر اس تحریر کی نقل یا خود یہہ اصل عنایۃ فرمائین ورنہ ایام لقاء
کی یہ کارگذاری انجام کار بہت دشوار معلوم ہوگی زیادہ بجز التماسِ دعا اور کیا عرض کرون میری
کیفیت یہہ ہے کہ ایک مدت سے کسی نہ کسی مرض مین مبتلا رہتا ہون دعا کا محتاج باقی بیماری کی
اس نواح مین کثرت ہے حاضرین خدمت کی خدمت مین سلام الجواب سوم ذیقعدہ ۱۲۹۶ سنہ ہجری
نبوی روز چارشنبہ



تمت

ماہ رجب سنہ ۱۳۰۹ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۸۹۲ع

۱۳ . ۴۷۶